اکیسویں صدی کی اردو غزل کے بدلتے منظر نامے میں جدت اور موضوعاتی تنوع

ڈاکٹر رحمت علی شاد

Dr. Rahmat Ali Shad

Head of Urdu Department,

Govt. Faridia Postgraduate College Pakpattan.

Abstract:

We have developed so fast through science, technology and media that till 21st century world has become a global village. So the social scenario of the whole world is passing through a process of massive change. Since the writer is representative of his age, a poet of modern age has the real knowledge of his society. It is quite natural that his verses carry diverse topics with new taste of rhythm and modernity. In 21st century, writers have broken the outdated and traditional chains by introducing new diction, modern techniques, different angles of thought and new symbols in their work. In modern age the way of our thinking has also been changed by scientific progress. Urdu ghazal of 21st century is pretty good having all new trends and possibilities as it was full of life in gone days.

عہدِ جدید میں جب ہم غزل پر بات کریں تو اکیسویں صدی کی موجودہ صورتِ حال کا منظر نامہ سامنے ہونا ضروری ہے کیوں کہ سائنس، ٹیکنالوجی اور میڈیا کی روز افزوں ترقی نے پوری دنیا کو نہ صرف گلوبل ولیج بنا دیا ہے بلکہ پورے عالمی سماج کو ایک تیز رفتار تغیر سے دو چار کر دیا ہے؛ جس میں سیاسی وسماجی، تہذیبی وثقافتی، مذہبی، اقتصادی اور معاشی حوالوں سے مسلسل تبدیلیاں رونما ہو رہی ہیں اور بڑی سرعت کے ساتھ اقدار کے پیمانے اور زندگی کے مسائل کی کیفیات تبدیل ہوتی نظر آ رہی ہیں۔

ادیب جس عہد میں زندہ ہوتا ہے اس دور کے ہر طرح کے حالات وواقعات اس کے دل ودماغ پر اپنے اثرات مرتب کرتے ہیں اور لامحالہ جو کچھ اس کے دل ودماغ میں ہوتا ہے وہ وہی سب کچھ صفحہ قرطاس پر اتارتا چلا جاتا ہے گویا ایک

لکھاری اپنے عہد اور سماج کا ترجمان ہوتا ہے کیوں کہ وہ اپنے عہد اور عہد کے مسائل سے بخوبی واقف ہوتا ہے۔ وہ اس جدید، ترقی یافتہ اور سائنسی دنیا میں ٹیکنالوجی، میڈیا کی کارستانیاں، انٹرنیٹ، نیوکلیائی تجربات، روبوٹ، کلوننگ، سائبر اسپیس، عریاں کلچر، عوام میں پھیلتا ہوا فرسٹریشن، اقدار کا زوال، ہماری مٹتی ہوئی تہذیب، ہوس کی اجارہ داری، زندگی کی الجھنیں، دہشت گردی، صارفیت، ملک کی مخصوص سیاست، تشدد، تعصب، فرقہ وارانہ فسادات اور عدم تحفظ جیسے پہلوؤں سے مکمل آگاہی رکھتا ہے۔ آج کے شاعر کو مسائل کا حقیقی عرفان ہے۔ اس پس منظر میں اکیسویں صدی کے جو نقوش ابھر رہے ہیں ان کا احساس وادراک اردو کے متعدد شعرا کے کلام میں بخوبی دیکھا جا سکتا ہے، ممکن ہے گزشتہ صدی میں آزاد غزل، اینٹی غزل، ترقی پسند غزل، جدید اور جدید تر غزل، جدیدیت، مابعد جدیدیت، وجودیت، ساختیات، پسِ ساختیات، تشکیل، ردِ تشکیل اور اس طرح کی اور بہت سی تحریکات ور جحانات کا تصور بھی محال ہو لیکن وقت کے ساتھ ساتھ زندگی کے تقاضے اور ضرورتیں تبدیل ہوتی رہتی ہیں اسی لیے اکیسویں صدی کی تیز رفتاری اور جدت نے غزل کے رنگ و روپ کو بھی بدلنے میں اہم کردار ادا کیا۔ اردو غزل متنوع موضوعات، نئے ذائقوں اور نئے آہنگ کے ساتھ اکیسویں صدی میں داخل ہوئی۔ اس حوالے سے حسن عسکری کاظمی رقم طراز ہیں:

> ''قوموں کے عروج وزوال کا منظر نامہ، نو دریافت سرزمینوں کی ثقافتی بھول بھلیاں، مشرق ومغرب کی نظریاتی کشاکش، انسانوں میں حیوانی جذبوں سے پیدا ہونے والے مسائل، غرض وہ سب کچھ جو اس کرۂ ارض اور خلاؤں میں بے رنگ و بو اور عالمِ بے حرف وصوت میں ممکن ہے۔ غزل اپنے امکانی آفاق میں قاری کی توقعات سے بڑھ کر اپنے وجود کا اعتبار بڑھا رہی ہے؛ ہم جس جذبہ مسابقت سے سرشار ہیں اس کے اثرات بھی غزل نے قبول کیے ہیں۔'' (۱)

اکیسویں صدی سماجی بیداری اور تغیر وتبدل سے دوچار نظر آتی ہے۔ انسان کے تخیل اور نقطۂ نظر میں جو واضح تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں وہ اس تگ و پو کی داستان ہے جو معاشرے کی پھلتی پھولتی ہوئی ضروریات میں اعتدال پیدا کرنے کے لیے خود انسان نے ہی کی ہے۔ اقتصادی بدحالی، اخلاقی زوال، نئی طبقاتی کش مکش، صنعتی ریل پیل اور طبقوں کی تقسیم کی بدولت صحت مند اقدار دم توڑتی دکھائی دے رہی ہیں۔ مذکورہ تمام موضوعات اکیسویں صدی کی غزل میں برتے جا رہے ہیں؛ خود کلامی جب تخلیق میں نہیں ڈھلتی تو یہی خاموشی بے حسی کا روپ دھار کر لذتِ غم سے انسانیت کو پتھرا دیتی ہے۔ اس حوالے سے سید قاسم جلال لکھتے ہیں:

لوگ چپ چپ ہیں تو ہرگز انہیں بے حس نہ کہو
شدتِ غم سے بھی بن جاتے ہیں پتھر چہرے (۲)

عہدِ جدید کی بے چینی، بدحالی، افراتفری، تاریک مستقبل کا شدید احساس، روایات واقدار کی پائمالی اور بے ہنگم شور؛ یہ مجموعی صورتِ حال بے چینی واضطراب کا استعارہ بن کر رہ گئی ہے۔ غزل میں جدید لفظیات کے ساتھ نئے نئے مفاہیم ابھر کر سامنے آ رہے ہیں۔ جذبہ واحساس اور فکر کی نئی سطحیں سامنے آئی ہیں۔ ایک طرف غزل میں وقار، سنجیدگی، شائستگی، احتیاط اور حقیقی

احساس موجود ہے تو دوسری طرف غیر ہمواری، مزاح اور روایتی انداز ملتا ہے۔

اب روایتی شاعری کی جگہ جدت طرازی، نئی رمزیت اور نئی اشاریت کا دوردورہ ہے؛ بہر حال بدلا ہوا شعری منظر نامہ ہمارے سامنے ہے۔ بقول ظفر اقبال:

آگ جنگل میں لگی ہے سات دریاؤں کے پار
اور کوئی شہر میں پھرتا ہے گھبرایا ہوا(۳)

آج کی شاعری میں تشبیہات واستعارات کا نظام بھی جدید ہے، نئی نئی لفظیات اور جدید تر ٹیکنیکس بھی برتی جا رہی ہیں۔ نئی جہتوں اور نئی علامتوں کے استعمال سے غزل میں جاذبیت اور انفرادیت کا عنصر در آیا ہے۔ غزل نے زمانے کی تمام تبدیلیوں سے گہرے اثرات قبول کیے ہیں۔ فرسودہ فکر اور خیال کو پس پشت ڈال کر زندگی کو حقائق سے روشناس کروایا ہے۔ اس حوالے سے شہزاد احمد لکھتے ہیں:

میں دیکھ رہا ہوں کہ قضا سر پر کھڑی ہے
جس جس کو بھی اس شہر سے جانا ہے چلا جائے(۴)

غزل طویل مسافت طے کرنے کے بعد نئے لب و لہجے کے ساتھ اکیسویں صدی میں داخل ہوئی۔ غزل کے مخالفین کی طرف سے جہاں آزاد غزل کے نام پر بحر، وزن اور قافیہ وردیف سے بے نیاز غزلیں کہہ کر غزل سے بیزاری کا اظہار کیا جاتا رہا وہاں اکیسویں صدی میں بھی غزل کہنے والے کئی ایسے شعرا منظرِ عام پر آئے جنہوں نے غزل کے ساتھ خلوص سے اپنا رشتہ جوڑے رکھا۔ شاعری جسم وروح اور لفظ و معانی کے درمیان اعتدال کا نام ہے؛ یہ نہ صرف عصری آگہی بلکہ فن کی آگہی اور خود آگہی کا اظہار ہے۔ جدید دور میں داخل ہو کر غزل محض حسن وعشق کے گرد ہی نہیں گھومتی بلکہ متنوع موضوعات کو اپنے اندر سمو کر اپنے دائرہ کار کو مزید وسیع کر چکی ہے۔ یعنی غزل نے زمانے کی نزاکتوں کو سمجھتے ہوئے ان تمام موضوعات ور جحانات کو اپنے اندر جگہ دی ہے جن کی وہ متقاضی تھی۔ بہر حال اس میں رمزیت ہے، ایمائیت ہے، اختصار ہے، اجمال ہے، لوچ ہے، گھلاوٹ ہے، نغمگی ہے، موسیقی ہے، جلال و جمال کی رعنائیاں اور سحر خیزیاں ہیں، ادائیں ہیں، غرور ونغمہ ہے، آہیں ہیں، ناز ونخرے ہیں، اشارے کنائے ہیں، مسکراہٹیں ہیں اور وہ سب کچھ ہے جو غزل کی سج دھج ہے اور اس کی روح ہے۔ غزل میں موجود ان گنت رنگوں کے متعلق پروفیسر عارف عبدالمتین لکھتے ہیں:

''غزل امیروں کی محفل میں پہنچ گئی تو دل لوٹ لیے، غریبوں کے ڈیرے میں در آئی تو متاعِ صبر وقرار چھین لی، صوفیوں کے تکیوں میں سے ہو کر گزری تو ہوحق کے نعرے بلند ہونے لگے، قلندروں نے اسے دیکھا تو سینے چاک کر لیے، زاہدوں اور پاکبازوں نے اسے پایا تو ہنگامہ برپا کر دیا، شیخ نے اس کے قدموں کی چاپ سنی تو نعرہ لگایا اور رند بادہ خوار کے تصور میں چلی آئی تو اس نے مستی میں آ کر جام مئے چوم لیا، غزل میں ان گنت رنگ جمع ہوئے تب کہیں جا کر یہ غزل بنی۔''(۵)

بیسویں صدی کے نصف میں غزل کے بہت سے مخالفین پیدا ہوئے لیکن اس کی مقبولیت میں کوئی کمی نہیں آسکی۔

صنفِ ادب میں اسے بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ فرد کا دکھ، اکلاپا، ابہام، پراسراریت، وجودی مسائل، تہذیبی وثقافتی استعارے اور سرّیت جیسے فکری رجحانات ومیلانات ہماری روایت میں اپنے معاصر منظرنامے پر شعری اظہار کا حصہ رہے ہیں مگر عہدِ جدید یعنی اکیسویں صدی کی غزل میں مذکورہ تمام تر رجحانات اپنی بھرپور تخلیقی بالیدگی اور شدّتِ احساس کے ساتھ اظہار کی تشکیل میں معاون ہیں۔ قمر رضا شہزاد کی شاعری میں اکیسویں صدی کا عکس بخوبی دیکھا جاسکتا ہے۔ وہ سنگ وآئینہ کو یک جان کرنے اور کسی کے عکس کو حیران کرنے کی خواہش رکھتے ہیں۔ لکھتے ہیں:

کسی کے عکس کو حیران کرنا چاہتا ہوں
میں سنگ و آئینہ یک جان کرنا چاہتاہوں(۶)

اکیسویں صدی کی غزل کے منظرنامے میں صنعتی منظرنامے کی انفرادی، معاشرتی اور تہذیبی وثقافتی زوال کا اظہار اضطراری اور سیمابی کیفیات سے دوچار کرتا نظر آتا ہے۔ ظفر گورکھ پوری کا یہ شعر ملاحظہ فرمائیں جس میں کچھ اسی طرح کی الجھنوں اور مسائل کا تذکرہ ملتا ہے۔ لکھتے ہیں:

کچھ الجھنیں بچھائی گئیں گھر کے آس پاس
کچھ مسئلے وجود میں زندہ کیے گئے(۷)

دورِ حاضر میں ٹیکنالوجی ہماری زندگیوں میں داخل ہوچکی ہے جیسے جیسے سائنس کے میدان میں نئے نئے انکشافات سامنے آرہے ہیں ویسے ویسے زندگی لحہ لحہ نئی فکر سے ہمکنار ہورہی ہے۔ نت نئے انکشافات انسان کے ذہن میں ایک شعور پیدا کرنے میں مدومعاون ہورہے ہیں۔ سائنسی ترقی کے حوالے سے انسان ستاروں پر کمندیں ڈال رہا ہے۔ وہ چانداور ستاروں سے بھی آگے مریخ اور مشتری تک کا سوچ رہا ہے لیکن خلاؤں کی تسخیر اور اتنی ترقی کے بعد وہ اس نتیجے پر پہنچا ہے کہ ابھی تو اسی زمین پر بھی ڈھیر سارے کام باقی ہیں لہٰذا یہ ادھورے کام چھوڑ کر خلاؤں میں الجھ کر نہ رہ جائے۔ بقول ڈاکٹر مظفر حنفی:

زمیں پر ہی رفو کا ڈھیر سارا کام باقی ہے
خلاؤں سے نہ کہہ دینا کہ سیارے بناتا ہوں(۸)

موجودہ عہد کی بے یقینی، زندگی کی ناپائیداری اور حشر سامانی جیسے موضوعات پر بات کرتے ہوئے نثار ترابی لکھتے ہیں:

ہر لحظہ ایک حشر ہے عصرِ رواں ٹھہر
کب ، کون ہو جدا یہ کسی کو پتا نہیں(۹)

موجودہ عصری منظرنامے میں ہر چہرہ خاموش مگر سوالیہ نشان بنا ہوا ہے۔ امجد اسلام امجد لکھتے ہیں کہ خامشی جب سوال کرتی ہے تو کس طرح زمین وزماں گونجنے لگتے ہیں؟

گونجنے لگتے ہیں زمیں وزماں
خامشی جب سوال کرتی ہے(۱۰)

معاشرے میں رہتے ہوئے اپنے گردوپیش سے متاثر ہونا ایک لازمی امر ہے۔ سیاسی تغیر وتبدل کو اگر مدِنظر رکھا جائے تو بیسویں صدی کے تقریباً آخری عشرے میں روس کے ٹوٹنے سے دنیا میں طاقت کا توازن یکساں نہ رہا۔ ۱۹۱۷ء میں

شروع ہونے والا اشتراکیت کا عروج بالآخر افغانستان میں زوال کی صورت اختیار کر گیا تو سرمایہ دارانہ نظام کی راجدھانی قائم ہو گئی پھر آہستہ آہستہ جدید ترقی کی صورت میں ملٹی نیشنل کمپنیاں براجمان ہو گئیں اور اس طرح ترقی یافتہ ممالک غریب ممالک کا استحصال کرنے لگے پھر ۹/۱۱ کی آڑ میں عالمی تسلط افغانستان اور عراق کے سقوط کی شکل میں منظر عام پر آیا۔ امریکی اور یورپی استعمار کے زیرِ اثر عسکری قوتوں کا فروغ، ہوسِ اقتدار، تیل کے ذخائر کا حصول اور عالمی منڈیوں پر اجارہ داری جیسی صورتِ حال نے جڑ پکڑ لی۔ غریب ممالک کے استحصال کے لیے معاشی ترقی اور خوش حالی کا جھانسہ دے کر جو مالیاتی پیکج دیئے جاتے ہیں ان سے ان کی آزادی چھین لی جاتی ہے علاوہ ازیں اسلام دشمنی عالمی طاقتوں کا ایک اہم ایجنڈا ہے۔ طبقاتی نظام اور ملٹی نیشنل کمپنیوں کے استحصال کے حوالے سے علی تنہا لکھتے ہیں:

> ’’اردو ادب میں بیسویں صدی کی چوتھی دہائی سے انقلاب آفریں ارتقا ظہور پذیر ہوتا گیا۔ سامراجی اور فنی یکسانیت یا فرسودگی ختم ہوئی مگر اکیسویں صدی میں صورتِ حال مختلف ہے۔ طبقاتی نظام کا نیا جال شکاریوں کے ہاتھ میں ہے۔ ماضی میں یہ جال ترقی پسندی نے توڑا تھا مگر اب یہ جال ملٹی نیشنل کمپنیوں نے پھینکا ہے اور مقابل بے دست و پا غریب ممالک کے عوام ہیں۔‘‘(۱۱)

اکیسویں صدی کی غزل میں خوش گوار تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ غزل گو شعرا نے زمین سے اپنا ناتا جوڑا اور پھر ان کے غزل کہنے کا انداز اپنے پیش رؤوں سے قدرے تبدیل ہونے لگا۔ نئی صدی کے شعرا نے زیادہ تر موضوعات کو نئے اسلوب اور نئے انداز میں نہ صرف برتا بلکہ الفاظ کو نئے مفاہیم بھی عطا کیے ہیں۔ اردو غزل کا دامن وسیع سے وسیع تر ہوتا جا رہا ہے۔ اس میں طرح طرح کے تجربات اور موضوعات در آئے ہیں۔ موجودہ نسل کے دکھ درد اور مسائل بھی اس کے اپنے ہی ہیں اور یہ بات بھی اظہر من الشّمس ہے کہ آج کے دکھ درد اور غم گزشتہ صدی کے دکھوں اور غموں سے کہیں بڑے ہیں؛ اسی لیے اکیسویں صدی کا ذہن تخلیقی اعتبار سے زیادہ جان کاری رکھتا ہے؛ اس طرح نئی سوچ اور نئی تکنیکس سامنے آئی ہیں۔ ایسے مسائل کا ادراک کر کے انہیں غزل جیسی لطیف صنفِ سخن میں سمونا نہ صرف ایک مشکل فن ہے بلکہ جذبوں کو لفظوں میں ڈھالنا کمالِ فن ہے۔ مسائل سے گھرے سماج میں رہنا؛ جہاں سے فرار کا راستہ بھی نہ مل سکے۔ استفہامیہ انداز میں اس حوالے سے نسیم سحر قم طراز ہیں:

تو کیا ہمارے لیے کوئی اور رستہ نہیں
تو کیا ہمیں ہے اسی کار زار میں رہنا(۱۲)

موجودہ صدی میں غزل کی ترقی اور رفتار حوصلہ افزا ہے اور اس نے اپنی تیز رفتاری اور تخلیقی خصوصیات کو موثر انداز میں پیش کر کے اپنی زندگی اور تازگی کا ثبوت دیا ہے۔ اکیسویں صدی کی اردو غزل ہمارے انفرادی و اجتماعی احساسات و جذبات کے علاوہ ہمارے سماجی رویوں اور ذہنی رجحانات کی آئینہ دار ہے۔ غزل نے سماج کے فکری انتشار اور باطنی اضطرار کی ترجمانی بھی بہتر انداز میں کی ہے۔ اکیسویں صدی میں اردو غزل تمام تر امکانات و رجحانات کے ساتھ شاعری کو درپیش مسائل کا مقابلہ کر رہی ہے۔ اردو غزل آغاز سے اب تک ایک مقبول صنفِ سخن رہی ہے۔ اردو غزل ہی ایک ایسی صنف ہے جو اپنے اندر بے پناہ وسعت رکھتی ہے جس میں مختلف موضوعات کی بوقلمونی دیکھی جا سکتی ہے۔ اکیسویں صدی کے کئی ایک غزل گو شعرا نے کئی نت

نئے پہلوؤں سے غزل کے دامن کو مالا مال کیا ہے۔غزل کل بھی جوان تھی اور آج بھی حسین ہے۔وقت کے ساتھ اس کی مقبولیت میں روز بروز اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ حسن عسکری کاظمی،غزل میں نئے امکانات،مشمولہ:بیاض،ماہنامہ،لاہور:دسمبر۲۰۱۳ء،ص:۱۰۱

۲۔ قاسم جلال،سید،غزل،مشمولہ:بیاض،ماہنامہ،لاہور:جنوری۲۰۱۷ء،ص:۲۰۰

۳۔ ظفر اقبال،اب تک،کلیاتِ غزل،جلد دوم،لاہور:ملٹی میڈیا افیئرز،۲۰۰۵ء،ص:۹۴۲

۴۔ شہزاد احمد،غزل،مشمولہ:اوراق،لاہور:مئی جون۲۰۰۲ء،ص:۲۰۱

۵۔ عارف عبدالمتین،پروفیسر،غزل اور اس کا ارتقا،مشمولہ:امکانات،لاہور:ٹیکنیکل پبلشرز،۱۹۷۵ء،ص:۴۳

۶۔ قمر رضا شہزاد،یاد دہانی،لاہور:سنگ میل پبلی کیشنز،۲۰۱۲ء،ص:۱۶۰

۷۔ ظفر گورکھپوری،تکمیل بھونڈی،جنوری تا دسمبر۲۰۱۳ء،ص:۱۶۳

۸۔ مظفر حنفی،ڈاکٹر،اسباق،پونا،اکتوبر تا دسمبر۲۰۰۷ء،ص:۶۱

۹۔ نثار ترابی،ماہنامہ بیاض،لاہور:دسمبر۲۰۱۳ء،ص:۱۶۰

۱۰۔ امجد اسلام امجد،ماہنامہ بیاض،لاہور:جنوری۲۰۱۷ء،ص:۱۷۷

۱۱۔ علی تنہا،اکیسویں صدی میں اردو ادب کا بیانیہ،مشمولہ:جنگ،روزنامہ،لاہور:۲۴اکتوبر۲۰۱۸ء

۱۲۔ نسیم سحر،ماہنامہ بیاض،لاہور:جنوری۲۰۱۷ء،ص:۱۸۱

☆......☆......☆